P. O. RGD. No. A 229

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ ، دو آنہ
چندہ ' سالانہ ' دو روپیہ

جلد ۸ | یکم اگست سنہ ۱۹۵۰ء | ایڈیٹر قاضی عبدالغفار | ۱۶ شوال ۱۳۶۹ ہجری | نمبر ۱۵

کچھ اپنی باتیں

ٹیڑھے زاویے اور سیدھی راہ

ترقی پسند مصنفین نے جنکا ایک جلسہ چند روز ہوئے دہلی میں ہوا تھا زبان کے مسئلہ پر جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ اسے سمت سے لوگوں کی توجہ کے قابل ہیں جو ہمارے ملک میں اس مسئلہ کے متعلق زیادہ تر جذباتی اور غیر ذمہ دارانہ باتیں کہا کرتے ہیں - ترقی پسند مصنفین نے اس بات پر زور دیا ہے کہ ملک کی تمام زبانوں کو ترقی کرنے اور قومی زبان کی تشکیل میں حصہ لینے کے پورے موقعے ملنے چاہیں-

جیسا کہ ہم بارہا کہہ چکے ہیں اب کوئی سوال ہندی کی مخالفت کا باقی نہیں ہے - ہندی سرکاری زبان بن چکی اور ملک کے نمایندوں نے بہت بڑی کثرت رائے سے اس کو سرکاری زبان مان لیا ہے - سوال اب قومی زبان کا ہے - ابھی تک کوئی ایسی قومی زبان موجود نہیں ہے جسے ہر علاقہ کے لوگ تسلیم کرتے ہوں ، نہ کوئی قومی زبان ایسی ہوسکتی ہے جو کسی حکومت کے حکم سے بن جائے - جس ملک میں علاقہ واری زبانیں اس قدر زیادہ ہوں اور ایسی ایسی جگہ پر ترقی یافتہ بھی ہوں وہاں سب علاقوں کے میل جول کے لئے کوئی ایسی ہی زبان قومی زبان بن سکتی ہے جو کچھ تھوڑا تھوڑا میل جول سب زبانوں سے رکھتی ہو ' اس کی تشکیل تدریجی ہوگی اور وہ دس بیس تو کیا بلکہ پچاس ساٹھ برس میں بھی اگر عام طور پر قومی زبان تسلیم کرلی جائے تو یوں کہنا چاہئے کہ اس نے بہت تیز رفتار کے ساتھ ترقی کی - جس وقت تک یہہ عمل جاری رہے اس وقت تک سب زبانوں کو ترقی کرنے کا پورا پورا موقعہ ملنا چاہئے اور بجائے اس کے کہ کسی ایک زبان کو حکومت کے اثر سے بالا دست بنا کر دوسری زبانوں کے آگے بڑھنے کو روکا جائے کوشش یہہ ہونی چاہئے کہ علاقہ واری زبانوں کا میل جول بڑھے اور اس طرح "قومی زبان" کی تشکیل میں آسانی ہو-

اردو زبان کے حامیوں کا یہہ دعوے رہا ہے کہ شمالی ہندوستان میں اس اعتبار سے کہ وہی سب سے زیادہ بولی اور سمجھی جاتی ہے

اور اس اعتبار سے بھی کہ دوسری زبانوں سے اس کا میل جول بہت ہے اردو نئی زبان بننے کی اہلیت رکھتی ہے - لیکن اردو کے حامی وسیع نظر رکھتے ہیں اور وہ کسی علاقہ واری زبان کے مخالف نہیں ہیں، انہوں نے سرکاری زبان کو سرکاری زبان کی حیثیت سے تسلیم کر لیا ہے اور ہم ان صفحات پر بار بار زور دیتے رہے ہیں کہ وہ ہندی کے معاملہ میں تنگ دلی سے احتراز کریں اور اس کو شوق کے ساتھ سیکھیں جس طرح انہوں نے انگریزی زبان کو سرکاری زبان سمجھ کر سیکھا تھا - لیکن عجیب بات یہ ہے کہ خود ہندی کے حامی دستور ساز مجلس کے فیصلہ پر حملہ کر رہے ہیں، ٹنڈن جی ہندی کی حمایت کے جوش میں کانسٹی ٹیوٹ اسمبلی کے فیصلہ پر ابھی تک یہ اعتراض کیئے جا رہے ہیں کہ اس نے انگریزی کے لئے ۱۰ سال کی مہلت کیوں دی اور بین الاقوامی ہندسوں کو کیوں قایم رکھا - اس قسم کے اعتراضات کرنے والے اردو کے حامی نہیں ہیں بلکہ خود ٹنڈن جی جیسے ہندی کے حامی ہیں جو اس بات کو سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ اگر آج ہی انگریزی کے بجائے ہندی مسلط کر دی جائے تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا اور ملک کی دوسری زبانوں کے حامی جو اتنی جلدی ہندی نہیں سیکھ سکتے کسی ایسی تجویز کی کتنی مخالفت کرینگے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر دستور ساز مجلس نے انگریزی کو ۱۰ سال کی مہلت نہ دی ہوتی تو جنوبی ہند کے نمایندوں کا ووٹ سرکاری زبان کو حاصل ہی نہ ہوتا -

ٹنڈن جی سے بھی دو قدم آگے وہ لوگ جا رہے ہیں جو ہندی کو بین اقوامی زبان بنانے کا دعوے کرتے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ رومن رسم الخط کو اختیار کئے بغیر ایسا کیونکر ممکن ہوگا -

بہر حال اس تمام انتشار خیال میں ترقی پسند مصنفین نے درمیانی راستہ اختیار کیا ہے ہمیں یہ محسوس کر کے خوشی ہوئی کہ ترقی پسند ادب کی تعریف اور اپنی انجمن کی رکنیت کے متعلق گذشتہ دو سال میں ان کا رجحان جتنا سخت اور ان کے اصول جس قدر بے لوچ بنا دیے گئے، اس راہ سے اب یہ جماعت پلٹ رہی ہے اور حالات کے تقاضوں کو سمجھنے لگی ہے - ترقی پسند مصنفین نے صحیح کہا ہے کہ اب تمام ترقی یافتہ ملکی زبانوں کو ترقی کرنے کا موقع ملنا چاہئیں اور ہندی کو اس طرح مسلط نہ کرنا چاہئیے کہ دوسری زبانوں کی ترقی کا میدان تنگ ہو جائے -

اردو اور اوسکی عوامی شکل ہندستانی کے متعلق ہم بھی سوائے اسکے کچھ نہیں کہتے کہ خلاف واقعہ سرکاری زبان کو قومی زبان ظاہر نہ کیا جائے اور تمام علاقوں کے میل جول کی زبان کو قدرتی طریقوں سے پیدا ہونے اور ترقی کرنے کا موقع دیا جائے اس میدان میں "ہندستانی" کے لئے وسیع امکانات ہیں اور اردو کی تاریخی روایات اوسکی آسان شکل کو آزاد ہندستان کی قومی زبان کا قالب اختیار کرنے میں بہت مدد دینگی - محض جذبات اور ادنے تعصبات سے حقیقتیں اور سچائیاں بدلا نہیں کرتی ہیں- یہ ممکن ہے کہ وہ کچھ عرصہ کے لئے دب جائیں! جن اصحاب کی نظر کے زاویے ٹیڑھے ہیں انہیں ایک دن تو سیدھی راہ پر آنا ہی پڑیگا -

—o•o—

ہلکے ہلکے اشارے

معاصر مدینہ نے اون تعریض کا ذکر کرتے ہوئے جو انجمن پر بعض حلقوں میں کی جا رہی ہے، سوال کیا ہے کہ:-

"یہ جھوٹے آنسو کیوں؟ یہ اون لوگوں کی چیخ پکار ہے جو اُردو پر فاتحہ پڑھ کر یہاں سے چلے گئے' جنھوں نے قبل از تقسیم انجمن ترقی اردو کو بھی فرقہ وارانہ سیاسیات کا ادارہ بنا دیا اور اپنی تنگ نظری اور کوتاہ اندیشی سے اُردو کا مستقبل تاریک کر کے افق کے اُس پار سدھار گئے ...... وغیرہ وغیرہ

ہم گڑے مردے اُکھیڑنا نہیں چاہتے' ہندستان میں اُردو کا خواہ ماتم کرنے کے لئے ہمارے احباب بفضلہ موجود ہیں۔ پاکستان سے تعزیت کے پیامات قدرے تمسخر انگیز معلوم ہوتے ہیں جب کہ وہاں خود اُردو کا رونا رویا جا رہا ہے۔ افق کے اُس پار ہمارے چاک گریبان کی فکر اُن دوستوں کو کیوں ہے جنکا اپنا دامن سندھ اور سرحد اور بنگال میں پارہ پارہ ہے! کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ پہلے اپنا علاج کریں اور ہمارے مرض کی تشخیص کی اپنے دماغوں کو زحمت نہ دیں! ہمارے لئے ہمارے ہی گھر کے ناصحان مشفق کیا کم ہیں' دور دراز پاکستان سے ہمدردی اور چارہ سازی کے یہ سندیسے کیوں آنے لگے!

تجھے کیا فکر اے گل سینہ صد چاک بلبل کی
ذرا پہلے تو اپنے چاک داماں کو رفو کرلے!!

——— اتر پردیش کی اسمبلی میں زمینداری بل پر مباحثہ کے وقت مخالف ممبروں کو جواب دیتے ہوئے ایک آنریبل وزیر نے فرمایا کہ فلاں ممبر صاحب میں "شئے لطیف کی کمی ہے"۔ اُس پر ایک ممبر نے صدر کو توجہ دلائی کہ "شئے لطیف" کی کمی کا ذکر قابل اعتراض ہے۔ صدر نے فیصلہ کیا کہ وہ قابل اعتراض نہیں ہے۔

——— ہمیں اس سے تو بحث نہیں کہ "شئے لطیف" کی کسقدر مقدار اتر پردیش کی اسمبلی کے ممبروں یا وزیروں کے حصہ میں آئی ہے اور نہ ہم 'شئے لطیف' کے معنے کی بحث میں پڑنا چاہتے ہیں۔ لیکن ہمیں حیرت جس بات پر ہے وہ یہ ہے کہ کسی آنریبل وزیر نے اپنی تقریر میں ایک ایسا سوقی صدی بدیشی اور اشد لفظ استعمال کیا! ایسے ایوان میں جسکے صدر محترم ٹنڈن جی ہیں! کسی نے ان وزیر صاحب کو نہ ٹوکا کہ وہ کیا ناپاک زبان بول رہے ہیں!

——— معاصر "قومی آواز" نے "ایک رکن انجمن" کا ایک مضمون اون اعتراضات کے جواب میں چھاپا ہے جو انجمن پر کیئے جا رہے ہیں! معاصر مدینہ نے بھی بعض اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ لیکن یہ سب کیوں؟ اعتراضات کی موسیقی یک طرفہ ہی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ یہ طنبورہ ایک ہی گوشہ میں بجتا رہے تو سننے والے اطمینان کے ساتھ محظوظ ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر دونوں طرف سے امر موسیقی کا ہجوم ہو تو بے لطفی پیدا ہوتی ہے۔

——— ہم تو عرض کرینگے اس مشاعرہ کو جو جاری ہے جاری رہنے دیجئے۔ محفل مختصر ہے اور شعرا نئے افراد کی تعداد زیادہ نہیں، آدھی رات تک نہ سہی تو صبح سے پہلے مشاعرہ خود ہی ختم ہو جائیگا اگر خطرہ ہے کہ غیر شعرا استادوں کے مصرعہ پر مصرعہ لگانے کی کوشش کریں!!

——— اتر پردیش کے ایک معزز کانگریسی لیڈر نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ آیندہ الکشن کے وقت سوائے اون امیدواروں کے جو شدھ ہندی کے پریمی ہوں کسی کو ووٹ نہ دیا جائے۔

——— یعنی اب الکشن کی سیاسی یا معاشی بنیاد کوئی نہ ہوگی۔ بس ہندی۔ صرف ہندی۔ مزا جب آئیگا جب ہر امیدوار کہیگا کہ ہم ہندی کے پریمی ہیں ووٹ ہمیں دو! ہم ہندی کو قومی زبان بنا دینگے' ہم ہندی کے ہند سے بھی رائج کرنے کا قانون پاس کرائینگے اور ہم یہ قانون بھی پاس کرا دینگے کہ جو کوئی ہندی نہ جانتا ہو اوسے شہری حقوق سے محروم کر دیا جائے!

——— سب امیدوار یہی کہینگے! اوس وقت قدر و قیمت

ہوگی کہ انکا امتحان لیا جائے کہ کون شدھ ہندی جانتا ہے اور کون محض "ہندستانی" کو ہندی کہتا ہے! بڑے بڑے پنڈت اور ودوان مقرر کئے جائنگے کہ وہ امیدواروں کا امتحان لیں۔ پورانی پورانی سنسکرت کی کتابیں ان امیدواروں کے سامنے کھول کر رکھی جائینگی!!

--- اور بڑا فایدہ تو یہ ہوگا کہ اب مہا سبھا اور کانگریس اور راشٹریہ سیوک سنگھ اور سوشلسٹ اور کمیونسٹ کے سیاسی اختلافات کی بھی ایلکشن میں گنجائش نہ رہیگی! پارلیمنٹ کی ممبری کا کیسا سیدھا راستہ کھل گیا!! واہ صاحب واہ!

انجمن کی خبریں

۳ جولائی کو مرکزی انجمن کی مجلس عاملہ کا جلسہ ہوا جسمیں حسابات کے متعلق آڈیٹر کی رپورٹ اور اوسکے متعلق جنرل سکریٹری کی یادداشت منظور کی گئی۔

شاخوں کے قواعد اور ملازمین کے متعلق ایک ضابطہ منظور کیا گیا۔

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی رکن انجمن کا استعفیٰ پیش ہوا اور نہایت افسوس کے ساتھ منظور کیا گیا۔

شروع اگست میں جنرل سکریٹری بعض ضروری کاموں کے سلسلہ میں چند اضلاع کا دورہ کرنے والے ہیں۔ ۳ اور ۴ اگست کو اونکا قیام الہ آباد میں ہوگا وہاں سے وہ بنارس جائینگے اور اسکے بعد تقریباً ایک ہفتہ لکھنو میں قیام رہیگا۔

انجمن کی شاخوں کے جدید قواعد اب تمام اضلاع کے کارکنوں کو بھیجے جا رہے ہیں۔ انجمن کے پروگرام پر عمل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ شاخوں کا سلسلہ تمام مقامات پر پوری طرح قایم ہو جائے۔

آصف علی صاحب کی کتاب "پرچھائیں" تیار ہے۔ موجودہ حالات کے تحت زیادہ تعداد میں نہیں چھاپی گئی ہے اس۔ جو اصحاب خریدنا چاہیں وہ جلد سے جلد صدر دفتر کو اطلاع دیں۔

انجمن کے جدید قواعد وضوابط چھاپے جا رہے ہیں اور تمام اراکین، شاخوں اور ممتاز کارکنوں کی خدمت میں عنقریب بھیجے جائینگے۔

ROMAN HUROOF

Darmiaan men chand roze Hamari Zaban men Roman Huroof kaa silsila ruk gaya tha. Abhi tuk is tahreer ke quaaedone per ghaure kiya jaa rahaa hai taake yaksan tariqe se likhaa jaa sake. Hyderabad men Anjuman ki shakh yeh kaam ker rahi hai. Jub mukhtalif likhne wale mukhtalif tariqone se likhte hain to aam taur per parhne vale ghabraa jaate hain. Hamari Zaban men bhi is qisum ki ghalatiaan hoti rahti hain. Roman likhne ke puraane quaide bhi jo angrez sarkar ke zamaane men raaij huay the buhat naqis hain. Is liai hamain intazar hai ke Hyderabad ki Committee koee tajviz kare to ussy hum Hamari Zaban men paish karin.

اپنے دیس کی خبریں

حیدرآباد

۸ - ۹ اور ۱۰ جولائی کو پریم چند سوسائٹی کی ایک شاندار کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس کا افتتاح شری ایل-این گپتا نے کیا جو حیدرآباد میں ایسے تمام معد

تحریکوں کے سرپرست ہیں - پہلے اجلاس کی صدارت لکھنؤ کے ڈاکٹر عبد العلیم نے کی - دوسرے دن ایک نشست کے صدر مشہور انگریزی ناول نگار اور ادیب ملک راج آنند اور دوسری کے رگھوپتی سہاے فراق تھے تقریر کرنے والوں میں ڈاکٹر علیم، مسٹر احتشام حسین، ڈاکٹر یوسف حسین خان رضیہ بیگم، شری گوپال راؤ نے پریم چند کے فن پر بہت دلچسپ تقریریں کیں - رات کو شری پنڈت ونشی دھر ودیا لنکار کی صدارت میں مشاعرہ ہوا۔ اخری اجلاس میں "امن" کے مسئلہ پر بحث ہوئی۔ اس اجلاس کے صدر ڈاکٹر شیے سوریا تھے - مقررین نے اپنی تقریروں میں اس امر پر زور دیا کہ "امن" کے محاذ پر تمام ترقی پسند ادیبوں کو پوری طرح متحد ہوجانا چاہئے -

سوسائٹی نے طے کیا کہ پریم چند کی زندگی اور فن پر ایک تفصیل کتاب مرتب کرائی جائے - اوسکے لئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی اور دو ہزار روپیہ اخراجات کے لئے منظور کیا گیا -

پانچسو روپیہ کا ایک انعام بھی ہندی اور آردو کی بہترین کتاب پر جو دوران سال میں لکھی گئی ہو تجویز کیا گیا -

پریم چند سوسائٹی کی اس کانفرنس نے حیدرآباد میں ترقی پسند ادب کی تحریک کو پہلے سے زیادہ زندہ اور بیدار کر دیا ہے اور امید کی جاتی ہے کہ ہندستان کے دوسرے صوبوں میں بھی اس کانفرنس کے اثرات کام کرینگے -

[کانفرنس کی تفصیل روداد آئندہ اشاعت میں درج کی جائیگی - (ہ۔ ز)]

۱۵ اگست سنہ ۱۹۴۷ء

(جگن ناتھ ازاد)

نہ پوچھو جب بہار ای تو دیوانوں پہ کیا گذری
ذرا دیکھو کہ اس موسم میں فرزانوں پہ کیا گذری

بہار اتے ہی ٹکرانے لگے کیوں ساغر و مینا
بتا دے پیر میخانہ یہ میخانوں پہ کیا گذری

کہو دیر و حرم والو! یہ تم نے کیا فسوں پھونکا
خدا کے گھر پہ کیا بیتی، صنم خانوں پہ کیا گذری

فضا میں ہر طرف کیوں دھجیاں اوارہ ہیں اڈتی
جنوں سر فروشی تیر سے افسانوں پہ کیا گذری

نہ پوچھہ ازاد اپنوں اور بیگانوں کا افسانہ
ہوا تھا کیا یہ اپنوں کو یہ بیگانوں پہ کیا گذری

چند نئی کتابیں

"بیکران"

از جگن ناتھ آزاد۔ ناشر: مکتبہ قصر اردو۔ اردو بازار۔ دہلی۔

اردو کے نئے ادب کی محفل میں جگن ناتھ آزاد نے اپنا ایک ممتاز مقام محفوظ کر لیا ہے۔ فطرت اپنے شاعر اور ادیب کو جب کچھ عطا کرتی ہے تو اسے زمانہ کی نبض پر ہاتھ رکھنے کی ایک خاص بصیرت اور صلاحیت بھی دیتی ہے۔ اگر ایسے شاعر کو دنیا کے کسی انقلاب سے گذرنا پڑے تو بجائے اس کے کہ انقلاب اسے اس کے راستے سے ہٹا سکے اس کی مشعل ان آندھیوں اور طوفانوں میں کچھ اور زیادہ روشن ہوجاتی ہے۔ ہندستان کی تقسیم کے خونفشاں انقلاب سے آزاد کو گذرنا پڑا اور اس کسوٹی پر ان کا زر خالص کچھ اور چمک اٹھا۔ وہ ہند کے اس دور جدید کے نقیب اور نقاش ہی نہیں ہیں بلکہ داستان گو بھی ہیں۔ انکی بہت سی نظمیں ایسی ہیں کہ اگر انہیں ان کے صحیح پس منظر میں دیکھ کر پڑھا جائے تو انقلابی نفسیات کی ایک تصویر آنکھوں کے سامنے نظر آتی ہے اور ایک داستان کانوں میں گونجتی ہے۔ افسوس ہے کہ "بیکران" میں آزاد کی غزلوں اور نظموں کے ساتھ ان کے لکھے جانے کی تاریخ درج نہیں ہے۔ ورنہ ان کے احساسات کا یہ پہلو زیادہ نمایاں ہوجاتا اس مجموعہ کی پہلی نظم "۱۰ اگست سنہ ۱۹۴۷ع" کے عنوان سے ہم اس اشاعت میں کسی دوسری جگہ نقل کرتے ہیں۔ ان کے مصرعوں میں "شکست ساز" کے ساتھ ہی ساتھ اس گم شدہ منزل کی جستجو کی ایک ہلکی پرچھائیں بھی موجود ہے جس کی طرف انکے ادب اور شعر کا قافلہ سفر کر رہا ہے۔ ایک طرف وہ تذبذب ہے جو شاعر کے افکار کی عمارت کو ہلا رہا ہے :-

کچھ جیت کا احساس ہے کچھ ہار کا احساس
معلوم نہیں اصل میں جیتا ہوں کہ ہارا

اور دوسری طرف اپنے "ذوق نظر" پر اعتماد بھی ہے

ہر منزل دشوار کو آسان بنانا
کیا چیز ہے اے ذوق نظر تیرا اسہارا

اس میں شک نہیں کہ آزاد ہندستان کے اس دوسرے جنم کے نقیب ہیں۔ لیکن وہ اس کے قائل نہیں کہ "ایک ہی قدم میرے لئے بس ہے"۔ وہ آزاد ہندستان کی آزادی سے بھی کچھ آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔

اس قسم کی شاعری اور ادب کا یہ دور بہت کھرا ہے اور مسلسل مطالعہ کا مستحق ہے۔ ہماری نئی دنیا کے لئے ادب اور شعر کے نئے پیغمبروں اور نئے اوتاروں کی ضرورت ہے۔

مرزا شوق لکھنوی

(از خواجہ احمد فاروقی، ناشر: نگار بک ایجنسی لکھنؤ۔ قیمت ایک روپیہ چھ آنہ)

لکھنؤ کے دور انحطاط میں جب شاعری اور ادب پر جس طرح عوام کی ذہنی زندگی پر تصنعات چھا گئے تھے اور رعایت لفظی اور تشبیہات کے مبالغہ نے شعر اور نظم کی جان نکال لی تھی، جب مشاعروں کی محفلوں میں جان غزل ایسے اشعار ہوتے تھے جیسے

مرغ دل کو توڑ بیگی بلی تیرے دروازے کی
رخت جاں کو کترے گا چوہا تمہاری ناک کا

مرزا شوق لکھنوی کا اس راہ سے ہٹ کر "بہار عشق" اور "زہر عشق" کو "دروازے کی بلی" اور معشوق کی "ناک کے چوہے" سے بچا کر لے جانا۔ بقول حضرت جوش ملیح آبادی ایک ادبی معجزہ ہے، لیکن یہ حیثیت صرف نسبتی اور اضافی ہے، جو لوگ قدیم ادب اور شاعری کا مطالعہ کرتے ہیں وہ اوسی قدیم ماحول میں اچھے اور برے کا ایک معیار قایم کر لیتے ہیں اور اسی دائرہ میں یہ امتیاز ختم ہوجاتا ہے۔ جو کچھ اس قدیم دور میں لکھا اور کہا گیا اسکے اچھے برے کو اوسی زمانہ کی قدروں سے جانچا جاسکتا ہے۔ ہم جدید ادب کے مقابلہ میں اوسے کہیں بھی نہیں رکھ سکتے۔

مرزا شوق کی "بہار عشق" اور "زہر عشق" خصوصاً "زہر عشق" اس دور کی ایک قابل ذکر اور نسبتاً قابل تحسین یادگار ہے۔ اور ادب کے مطالعہ میں ان مثنویوں کا ایک خاص مقام ہے اور اون پر خواجہ احمد فاروقی صاحب نے جس طرح تبصرہ کیا ہے وہ یقیناً بہت دلچسپ ہے۔ تاریخی حیثیت سے خواجہ صاحب نے ان دو قدیم شاہکاروں کو اپنے تبصرہ میں محفوظ کر لیا ہے لیکن اب ان اصناف سخن کی قیمت وہی ہے جو آثار قدیمہ کی ہے۔ زبان کے ارتقا کی تاریخی کڑیاں ہمیں ان ہی آثار قدیمہ سے حاصل ہوتی ہیں اس لئے مرزا شوق کی مثنویوں کے متعلق خواجہ فاروقی صاحب کا یہ مطالعہ یقیناً پڑھنے کے قابل ہے۔

اردو فیلوشپ

ادارۂ ادبیات اردو حیدرآباد دکن نے اردو ادب و زبان میں تحقیقی کاموں کو فروغ دینے اور ان کا صحیح ذوق پیدا کرنے کی غرض سے اردو فیلوشپ (وظائف) قایم کرنیکا تصفیہ کیا ہے جن کے عطا کرنے کے قواعد حسب ذیل ہیں -

۱ - کسی درجہ جامعہ کے کم سے کم بی اے کی ڈگری رکھنے والے ایسے اصحاب جو اردو ادب اور زبان میں تحقیقی کام کا ذوق رکھتے ہوں اس فیلوشپ کے حصول کے اہل ہوں گے - البتہ بی اے سے اونچی ڈگری رکھنے والوں کو ترجیح دیجاسکیگی -

۲ - یہ وظیفے دو سال کے لئے عطا کئے جائیں گے اور خاص صورتوں میں جب ادارے کی مجلس انتظامی کو اس کا اطمینان ہو جائے کہ امیدوار کی پوری کوشش کے باوجود کام دو سال کے اندر ختم نہیں ہوسکا ہے اور کام کی اہمیت کے لحاظ سے اسکا جاری رہنا ضروری ہے تو ایسی صورت میں مزید توسیع دینے پر غور کیا جائیگا جو ایک سال سے زیادہ نہوگی -

۳ - ہر وظیفہ پچاس (۵۰) روپیے ماہوار کا ہوگا -

۴ - امیدواروں کے انتخاب کے لئے بذریعہ اعلان درخواستیں طلب کی جائینگی -

۵ - امیدواروں کا انتخاب ایک مجلس کریگی جس کے ارکان میں صدر و معتمد ادارہ اور صدر شعبہ اردو جامعہ عثمانیہ شریک رہیں گے -

۶ - منتخب امیدوار معتمد ادارہ کے مشورے سے اپنے تحقیقی مضمون کا انتخاب اور تعین کریں گے -

۷ - امیدوار کے کام کی نگرانی کے لیے مجلس انتظامی ایک نگران کار مقرر کریگی جو خاص صورتوں میں ادارہ کے اراکین سے باہر کے بھی ہوسکے گا -

۸ - منتخب امیدوار کو ادارہ میں کام کرنا ہوگا جس کے اوقات کار وغیرہ کا تعین معتمد اعزازی ادارہ کرینگے -

۹ - منتخب امیدواروں کے کام کی ماہانہ رپورٹ نگرانکار کے توسط سے ہر ماہ ادارہ کو وصول اور مجلس انتظامی میں پیش ہوا کریگی -

۱۰ - وظیفے حیدرآباد اور حیدرآباد سے باہر کے ہر ایسے امیدوار کے لئے کھلے ہوں گے جس کا تعین فقرہ نمبر (۱) میں کیا گیا ہے -

۱۱ - منتخب امیدوار کو نمونے کے مطابق ایک اقرارنامہ کی تکمیل کرنی پڑیگی کہ اگر وہ کام کی تکمیل سے پہلے کام چھوڑ دے تو ادارہ کی دی ہوئی رقم وہ ادارے کو واپس کردیگا -

۱۲ - امیدوار کے کام کی تکمیل کے بعد اس کی جانچ مبصرین کی ایک مجلس کریگی اراکین حسب ذیل ہونگے -

۱ - ایک مقامی ماہر فن ۲ - ایک بیرونی ماہر فن ۳ - معتمد اعزازی ادارہ -

۱۳ - مقالہ مکمل ہونے اور مبصرین کی جانچ میں کامیاب قرار پانے کے بعد ادارے کی طرف سے ایک صداقت نامہ صدر ادارہ کے دستخط سے امیدوار کو دیا جائیگا - اور اس مقالہ کو ادارہ کی طرف سے حسب قواعد مطبوعات شائع کیا جائیگا - یا ادارے کی اجازت سے مرتب خود اس کو شائع کرسکے گا -

۱۴ - خاص صورتوں میں ایسے امیدوار کو بھی مجلس انتظامی اس فیلوشپ سے استفادہ کرنے کا موقع دے سکتی ہے جو کسی جامعہ کے لئے تحقیقی کام کر رہا ہو -

۱۵ - سال حال کی اردو فیلوشپ کے لئے امیدواروں کی درخواستیں ۱۵ اگست سنہ ۱۹۵۰ء تک دفتر ادارۂ ادبیات حیدرآباد پر وصول ہونی چاہئیں -

---

سوویٹ یونین میں تمام قومی زبانوں کو مساوی حقوق حاصل ہیں

(م ۔ راکمکی اورس ۔ روزین بلسٹ)

سوویٹ ریاست کی قومی پالیسی تمام قوموں کو اپنی قومی تہذیب اور زبان کو زیادہ سے زیادہ ترقی دینے کا حق دیتی ہے ۔ زبانوں کی عدم مساوات اور کسی خاص زبان کی اجارہ داری کا تصور بھی سوویٹ ریاست سے بعید ہے کیوں کہ یہاں نوآبادیاتی اور قومی استبداد اور عدم مساوات کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ کردیا گیا ہے ۔ اشتراکی پارٹی کی کل روسی ساتویں کانفرنس ۷ مئی تا ۱۲ مئی (۲۴-۲۹ اپریل پرانے حساب سے) ۱۹۱۷ء میں منعقد ہوئی تھی ۔ اس کانفرنس میں اسٹالن کی رپورٹ پر قومی زبان کے مسئلہ کے متعلق ایک تجویز منظور ہوئی تھی اور مطالبہ کیا گیا تھا کہ لازمی ریاستی زبان ختم کردی جائے بعد میں کمیونسٹ پارٹی کی مختلف کانگرسوں کے فیصلوں اور سوویٹ حکومت کے فرمانوں میں سوویٹ یونین کی قوموں کی زبانوں کو برابر کا درجہ دینے کے عملی اقدامات کی وضاحت کی گئی ہے ، سرکاری اداروں اور محکموں میں مقامی زبانوں کے رائج کرنے کی ضمانت دی گئی اور ہر قوم کی اپنی زبان کے اخبارات ، تھیٹر اور تہذیبی و تعلیمی اداروں کا قیام عمل میں آیا ۔

سوویٹ اقتدار کے ابتدائی ایام ہی سے سوویٹ یونین میں بسنے والی تمام قومیتوں کو اپنی ہی زبان میں تعلیم حاصل کرنے کے مواقع بہم پہونچائے گئے ۔ سوویٹ دور حکومت میں ۲۸۰۰۰ ایسے ابتدائی اور ثانوی اسکول قائم ہوئے ہیں جن میں مقامی زبانوں میں تعلیم دی جاتی ہے ۔ (اس میں روسی فیڈریشن کے مدارس شمار نہیں کئے گئے ہیں) سوویٹ یونین کے دستور کی دفعہ ۱۲۱ مادری زبان میں تعلیم تربیت حاصل کرنے کے حق کی ضمانت کرتی ہے ۔

انقلاب سے پہلے ایسی بہت سی چھوٹی چھوٹی قومیں تھیں جن کا اپنی زبان کا رسم الخط ہی نہیں تھا ۔ سوویٹ دور میں ۴۸ قوموں کو اپنی اپنی زبانوں کا رسم الخط نصیب ہوا ۔ سوویٹ یونین میں کتابیں ۱۱۹ مختلف زبانوں میں شائع ہوتی ہیں ۔ اب ان قوموں کی زبانوں میں بھی لٹریچر کثیر تعداد میں شائع ہوتا ہے جن کے پاس ۱۹۱۷ء سے پہلے تحریری زبان ہی نہیں تھی ۔ مثلاً کوریاک ، مان سی ای ، نی نیسٹ وغیرہ وغیرہ ۔

زار شاہی کے دور میں موجودہ ترکمانی سوویٹ جمہوریہ کی سرزمین سے ترکمانی زبانوں میں کوئی کتابیں ، اخبارات یا رسالے شائع ہی نہیں ہوا کرتے تھے ۔ ترکمانی سوویٹ اشتراکی جمہوریہ سے آج دس رسالے اور ۱۶۵ اخبارات شائع ہوتے ہیں جن کی مجموعی اشاعت ۲۵۰۰۰۰ ہے ۔ ہر قوم کے قومی ادب کا خزانہ سوویٹ یونین کی تمام قوموں کا مشترک سرمایہ بن گیا ہے ۔ قزاقستانی شاعر جمبول کی نظمیں ۲۱ زبانوں میں ترجمہ ہوچکی ہیں ۔ جارجیا کے شاعر شہتا ویلی کی نظم "شیر کی کھال میں ملبوس شہزادہ" ۱۵ زبانوں میں ترجمہ کی جاچکی ہے ۔

سوویٹ یونین کی تمام قومیں مارکسزم کی "لافانی کلاسکی تصانیف ، کلاسکی ادب کی مشہور تصانیف اور سوویٹ ادیبوں کی بہترین تصانیف کا مطالعہ اپنی مادری زبانوں میں کرتی ہیں ۔ پشکن کی تصانیف ۶۷ زبانوں میں شائع ہوچکی ہیں لیو طالسطائی کی ۶۵ زبانوں میں ، میکسم گورکی کی ۶۶ زبانوں میں ، چیخوف کی ۶۲ زبانوں میں مونوف کی ۱۵ زبانوں میں ۔

اسی کے ساتھ ہی ساتھ سوویٹ یونین کی تمام قوموں میں ایک بڑی زبردست خواہش پائی جاتی ہے کہ وہ روسی زبان سیکھیں اور

لین واسیلی، پشکن اور ٹالسٹائی اور گورکی کی تصانیف اصل زبان میں پڑھیں۔

قوانین کی اشاعت ہر زبان میں

قومی زبانوں کی مساوات کا اظہار اس طرح بھی ہوتا ہے کہ سوویٹ یونین کی مجلس اعلیٰ جو قوانین پاس کرتی ہے وہ تمام وفاقی جمہوریتوں کی مختلف زبانوں میں شائع ہوتے ہیں یعنی سوویٹ دستور کی دفعہ ۴۰ کے بموجب ہر قانون لازمی طور پر ۱۶ زبانوں میں شائع ہونا چاہئے۔

عدالتی کارروائی کے ضمن میں بھی سوویٹ یونین میں زبانوں کی مساوات پر عمل ہوتا ہے۔ سوویٹ یونین کے دستور کی دفعہ ۱۱۰ میں کہا گیا ہے کہ عدالتی کارروائی وفاقی یا خود مختار جمہوریتوں یا خود مختار علاقوں کی اپنی زبانوں میں کی جائے۔ وفاقی جمہوریتوں کے ان خطوں میں جہاں آبادی کی اکثریت مختلف اقوام کی ہو وہاں کی عدالتوں کی کارروائی اکثریت والی قوم کی اپنی زبان میں ہوتی ہے۔ وفاقی جمہوریتوں کے اپنے دستور میں یہ دفعہ موجود ہے۔ مثلاً قزاقی سوویٹ اشتراکی جمہوریہ کے دستور کی دفعہ ۸۹ میں درج ہے کہ قزاق سوویٹ اشتراکی جمہوریہ کی عدالتوں کی کارروائی قزاقستانی زبان میں ہو' لیکن ان اضلاع میں جہاں کی آبادی کی اکثریت روسی' اوئی گوریا ازبکستانی قوموں کی ہو وہاں عدالتوں کی کارروائیاں بالترتیب روسی اوئی گوریا ازبکستانی زبان میں کی جائیں"۔

سوویٹ یونین کا دستور اور تمام وفاقی جمہوریتوں کے دستور کا مطالبہ یہ ہے کہ جو لوگ کسی مقدمہ میں ملوث ہوں اور وہ زبان جانتے ہوں جس میں عدالتی کارروائی کی جارہی ہو تو انھیں اپنے مقدمہ کی کارروائی اپنی مادری زبان میں جاننے کی ضمانت ہونی چاہئے اور انھیں زبان کی امداد ملنی چاہئیے۔ اس صورت سے انھیں عدالت میں اپنی مادری زبان استعمال کرنے کی بھی ضمانت ہونی چاہئیے۔

اس صورت سے سوویٹ یونین میں وہاں کی تمام قومی زبانوں کو برابر کا درجہ ملا ہوا ہے اور عملی طور سے باقاعدہ اور متواتر اس حق کی حفاظت ہو رہی ہے۔ اور اس کے برعکس سرمایہ دار ملکوں کی کیفیت بالکل ہی مختلف ہے۔ جس صورت سے ان ملکوں میں قوموں کی مساوات کا وجود نہیں ہے اسی طرح زبانوں کو بھی برابر کا درجہ نہ حاصل ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

سرمایہ دار ریاستوں میں ایک منصبی زبان نام نہاد ریاستی زبان ہوتی ہے جو کہ اسکولوں میں اور سرکاری اور پبلک اداروں میں لازمی ہوتی ہے اور بعض بورژوا ملکوں میں تو ریاستی زبان کا استعمال عوام کے لیئے گھر سے باہر' اشتہارات وغیرہ تک کے لئے لازمی قرار دے دیا جاتا ہے۔ سرمایہ دار ملکوں میں ریاستی زبان طبقاتی قومی پالیسی اور جمہور پر استبداد کا آلہ کار رہا کرتی تھی اور اب بھی ہے۔ یک قومی ریاست میں سرکاری زبان وہی بولی (*Dialect*) ہوتی ہے جو "اونچے طبقوں" میں بولی جاتی ہے اور متعدد القومی ریاستوں میں اکثریت والی قوم کے حکمران طبقہ کی زبان سرکاری زبان بن جاتی ہے۔ فرانس کی ریاستی زبان وہ زبان ہے جو فرانسیسی امراء بولتے ہیں۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں جہاں سب ہی جانتے ہیں کہ متعدد مختلف قوموں کے لوگ رہتے ہیں ریاستی زبان انگریزی ہی ہے۔

نوآبادیاتی اور نیم نوآبادیاتی ملکوں میں زبردستی حکمران سامراجی قوم کی زبان کو ریاستی زبان بنا کر وہاں کی آبادی

پر تھوپنے کی پالیسی بالکل عریاں نظر آتی ہے محنت کش عوام اور نوآبادیاتی علاقوں کی قوموں کو مغلوب کرنے کے لئیے سرمایہ دار ریاستیں زبانوں کے غیر مساوی درجہ کو استعمال کرتی ہیں۔

اس عدم مساوات کو صرف اشتراکی نظام ہی ختم کرسکتا ہے۔

(تاس) (قومی آواز)

انجمن کی کتابیں

مہاتما نے کیا چاہا تھا؟

(تالیف قاضی عبدالغفار)

مہاتما گاندھی نے ہندستانی زبان کو ہمیشہ آزادی کے بعد سب سے بڑا اور کٹھن سوال مانا اور اس کو آگے رکھا۔ آزاد ہندوستان کی زبان کیا ہو اور ہندستانی کس بھاشا کا نام ہے اس کو گاندھی جی نے بار بار سمجھایا اور طرح طرح سے بتایا۔ ان باتوں کو آج بھی ہم کو اپنے سامنے رکھنا ہے اسی لیے مہاتما جی کی سیکڑوں تقریروں اور تحریروں سے زبان کے متعلق جو کچھ گاندھی نے سوچا اور بتایا اس کو ان اوراق میں جمع کر دیا ہے۔

آج ہمارے دیس کو اس کتاب کی سب سے زیادہ ضرورت ہے تاکہ زبان کے مسئلہ میں کوئی ایسی بنیادی غلطی نہ ہو جو گاندھی جی کے بتائے ہوئے راستے کے خلاف ہو۔

ہندستانی اگر ہمارے دیس کی زبان ہے تو وہ کیا ہے اس کو آپ اس کتاب میں دیکھیں گے۔

"آثار ابوالکلام آزاد"

(از قاضی عبدالغفار)

حضرت مولانا آزاد کی علمی زندگی ان کی سیاسی زندگی سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔ جس وقت اس کتاب کی ترتیب کا خیال آیا تھا تو مقصد صرف اتنا ہی تھا کہ حضرت مولانا کی شخصیت کا خود ان کے ادب کے آئینہ میں جو عکس نظر آتا ہے اسے پیش کیا جائے لیکن پبلشرز کے اصرار پر اس ادبی تبصرہ میں سوانح عمری کے ایک باب کا بھی اضافہ کرنا پڑا۔ بہر حال کتاب کی روح اس کا وہی حصہ ہے جس میں حضرت مولانا کے ادب کے آئینہ میں ان کی جینیس کے عکس کو پکڑنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اردو زبان کے ادب میں اس قسم کا "مطالعہ" بہت ہی کمیاب ہے۔

قیمت چھ روپیہ

مہتمم انجمن ترقی اردو علی گڈھ

شعبۂ اشاعت کے لیئے مہتمم کی ضرورت

مرکزی انجمن کے شعبۂ اشاعت کے لیے ایک مہتمم کی ضرورت ہے۔ لازمی شرائط یہ ہیں کہ امیدوار

(۱) کتابوں کے چھپوانے اور اس کاروبار کا وسیع اور عملی تجربہ رکھتا ہو۔

(۲) اردو انگریزی اور ہندی زبانوں سے پوری واقفیت رکھتا ہو۔

(۳) ایک ہزار روپیہ نقد ضمانت داخل کرسکے۔

جو امیدوار ان شرائط کو پورا نہ کرسکیں وہ اپنی درخواست نہ بھیجیں۔ اگر انتخابی کمیٹی کسی امیدوار کو ملاقات کے لیئے بلائے گی تو آنے جانے کا خرچ سے سیکنڈ کلاس کا ہوگا۔

مناسب اور معقول تنخواہ امیدوار کی قابلیت کا اندازہ کرکے مقرر کی جائے گی۔

جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو علی گڈھ

باہتمام عزیز حسین عزیز منیجر مسلم یونیورسٹی پریس علی گڈھ چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو علی گڈھ سے شائع کیا۔